مجسمِ چاہت از قلم زینب بنت زمان

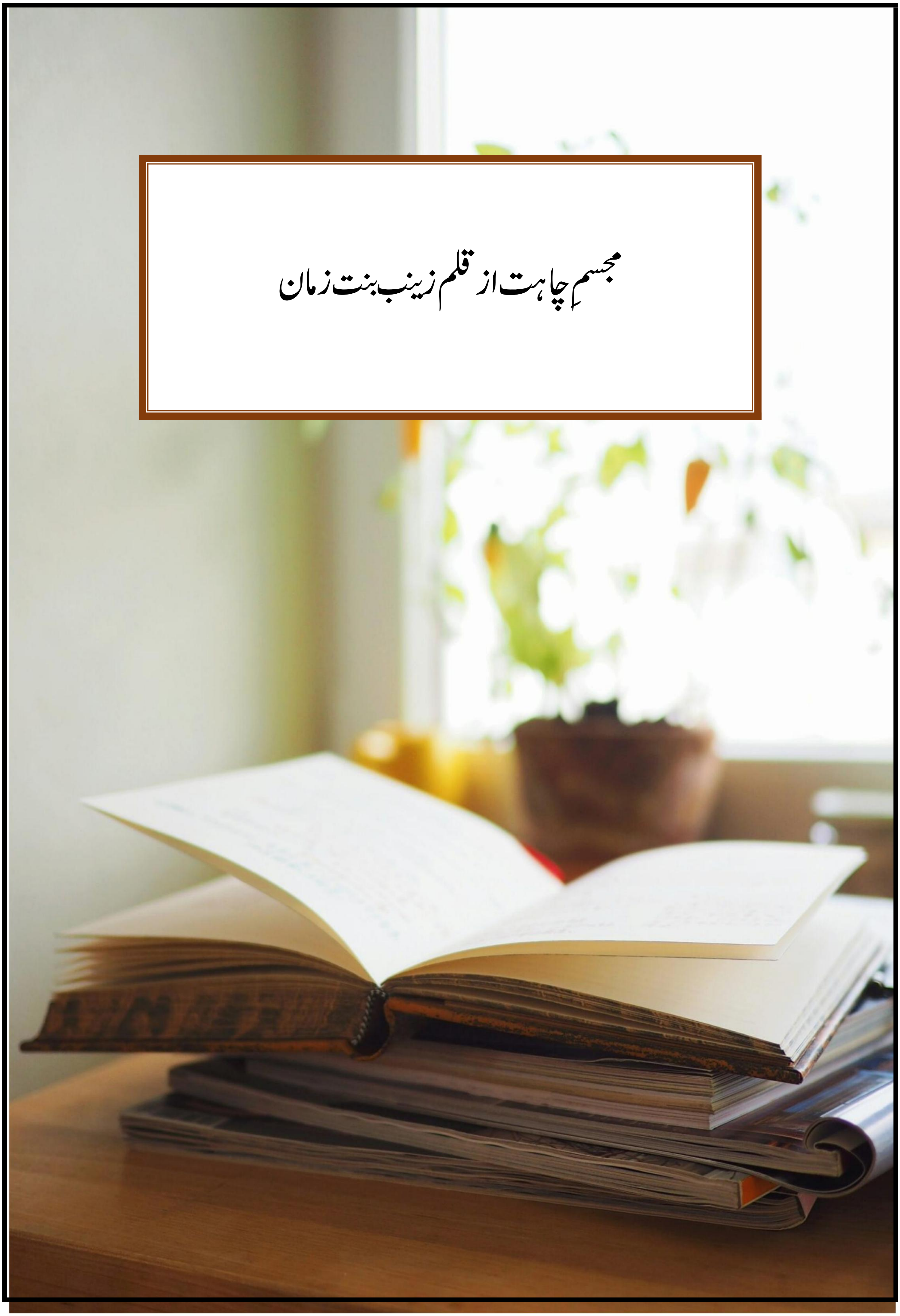

اردوناولزبلاگز

اردوناولزبلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولزبلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے۔

براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے۔

اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔:

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdunovelsblogs

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے!

مجسمِ چاہت از قلم زینب بنت زمان

محبوب کو دیکھنے کو آنکھیں کھولنے اور دیدار کی کیا ضرورت تم آنکھیں بند کرو اور دیدار کرو۔ تم چاہتوں کے کون سے قافلے سے ہو کیا وہ آنکھ والوں کا قافلہ ہے یاں قلب کی بصارتوں سے روشن قافلہ ہے۔ وہ جس قافلے سے تھی وہ قلبی بصارتوں سے روشن تھا۔اس کا محبوب اس کی آنکھ کے راستے دل میں نہیں بلکہ دل کے راستے روح تلک کا محبوب تھا۔ایلمی آئینور کا شریکِ حیات ہے۔ آئینور محب ہے ایلمی محبوب ہے۔ وہ کہتا ہے وہ رب کا بندہ ہے تلاشِ رب کا مسافر ہے۔ آئینوراس کی ہمسفر ہے وہ اس کے ساتھ پر شکر گزار رہتی ہے۔ وہ اس رات ذلت سے بچنے اور ایلمی کے نام کی عزت بننے پر سجدہ ریز ہوتی ہے۔ وہ جنت میں بھی ایلمی کا ساتھ مانگتی ہے۔ وہ مجسمِ چاہت ہے وہ چاہتوں کی جزا مانگتی ہے۔ وہ تہجد کے وقت اپنے شوہر کی سکھی حیاتی اور بخشش مانگتی ہے۔ وہ مسجد کا خادم ہے اور تہجد کا سندیسہ گلی گلی دیتا ہے۔

وہ ہاتھ میں دفلی پکڑتا ہے اور بجاتا ہوا گلی گلی گزرتا ہے۔ وہ پہلو بچھونوں سے جدا کرنے کی بات کرتا ہے۔ وہ پہلے آسمان پر رب کے آنے کا قصہ چھیڑتا ہے۔اس کی دفلی سے کیا ہی ساز نکلتا ہے۔ آئینور اس ساز کو ساعتوں کی خوشنصیبی کا نام دیتی ہے۔ وہ مسجد میں تہجد کی اذان دیتا ہے وہ فجر کی صفحیں سیدھی کرتا ہے وہ مسجد کی کھڑکیاں کھولتا ہے اور مسجد نور سے بھر جاتی ہے۔

امام صاحب اسے دیکھ کر متعجب ہیں وہ کس معجزے سے ملا ہے پہلے بھی وہ کھڑکیاں کھولتا تھا۔پہلے بھی وہ دفلی بجاتا تھا مگر یہ سب پہلے تو نہیں تھا۔ یہ ساز اب نیا ہے ،یہ نور کے جھونکے اب چلنے لگے ہیں۔ وہ حیرانگی سے اس سے پوچھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے یہ سب ایک عرصے سے ایسا ہے۔ یہ اس کی عبادتوں کا تحفہ ہے۔اور وہ آئینور سے نالاں ہے۔ وہ شادی سے خوش نہیں۔ وہ اسے چھوڑنے کا سوچتا ہے۔امام صاحب اسے جانتے ہیں وہ کس عمر میں ان کے پاس آیا تھا ہاں سات سال،وہ سات برس کا لڑکا تھا جو وقتِ ضحیٰ ان کو بھوکا تڑپتا ملا تھا۔امام صاحب ایلمی کے کفیل بنے اور ایلمی مسجد کا خادم ہوا۔اب ایلمی خادم ہے اور آئینور کا کفیل ہے۔

وہ اداس چہرہ لیے دفلی ہاتھ میں تھامے اس کے " ایلمی میں تمہاری دفلی بجا کر دیکھتی ہوں۔ مگر میں اس ساز سے محروم ہوں جو تمہاری انگلیاں بجاتی ہیں " سامنے بیٹھی ہے۔

" یہ میرا ہنر ہے لڑکی یہ تم کبھی نہیں سیکھ سکتی۔ میں رب کی تلاش میں گلی گلی بھٹک سکتا ہوں۔ میں رب سے محبت کے سفر کا راہی ہوں۔ یہ ساز میری انگلیوں کو جچتا ہے۔ میں ایک عمر سے اس دفلی کو بجا رہا ہوں۔ یہ تم جیسی عام عورت کیسے سیکھ سکتی ہے "

ایلمی آئینور سے نالاں ہے۔ وہ خوبصورت نہیں ہے ایسا سب کہتے ہیں۔ ایلمی بھی کہتا ہے۔ آئینور سانولی ہے۔ایلمی اپنے چہرے کو پر نور کہتا ہے۔ آئینور جاہل ہے۔ ایلمی اپنے علمی مرتبے بتاتا ہے۔ آئینور ایک رب اور رسول کو جانتی ہے۔ایملی خود کو قرآن وحدیث کا طالب بتاتا ہے۔ آئینور گمنام ہے۔ ایلمی کو ایک جہتہ خادمِ رب کے نام سے پکارتا ہے۔ایک بات مماثلت رکھتی ہے آئینور یتیم ہے اور ایلمی بھی یتیم ہے۔

وہ مجبوری میں اس کے ساتھ نکاح کر کے لایا تھا۔

وہ ماں کے مرنے پر تنہا ہوئی تھی۔ وہ اپنے خالہ زاد باسط کے ڈر سے خالہ کے گھر سے بھاگی تھی۔ کمبخت باسط شیطانی ارادوں کا مالک تھا۔ وہ بھاگتی مسجد کے دروازے سے ٹکرائی تھی۔ اس کے پیر لہو لہو تھے۔ اس کا چہرہ درد چیخ چیخ کر سنانے کی جسارت کرتا تھا۔ امام صاحب اسے گھر لے آئے امام صاحب کی زوجہ بے اولاد تھیں۔ وہ آئینور کے واری ہونے لگیں۔ کچھ وقت بعد وہ کمبخت باسط واویلا مچانے آ پہنچا۔ کہنے لگا آئینور نکاح میں ہے اس کے، اس کی بیوی اس کے حوالے کی جائے۔

" خدا گواہ ہے امام صاحب میرا اس شخص سے کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے اس کے نام سے کبھی منسوب نہیں کیا گیا۔ میں اتنی کم نصیب نہیں ہوں کہ میرا رب مجھے ایسے شخص کے حوالے کرے۔ "

وہ نڈھال ہوتی گڑگڑاتی چیختی چلاتی رہی۔ اس کی دنیا گھومنے لگی۔ اس کا دل توڑ پھوڑ کا شکار ہوا۔ وہ کسی پر کٹے پرندے سی اذیت میں لگتی تھی۔

" خالہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ دل اب ڈھڑکتے ہوئے لڑکھڑاتا ہے۔ میری روح کو باسط کے الفاظ چھلنی کرنے کو کافی ہیں۔ دل کے ٹوٹنے اور جا بجا ہونے کا شور میرے کانوں سے سماعتوں کو جزب کرنے کا ہنر چھین رہا ہے۔ خالہ تم دعا کرو رب مجھے تھام لے۔ یہ سب برداشت سے باہر ہے۔ ماں کیوں چھوڑ کر گئی ہے مجھے تنہا، کیا اسے میرا خیال نہیں آیا۔ "

امام صاحب کی زوجہ آئینور کی بات پر اس کا بلکتا وجود سمیٹ کر تسلی دیتی نظر آئیں۔

باسط نے لوگوں کا گروہ اکھٹا کر لیا۔ ایک لڑکی کی رسوائی کی کہانی سرِ عام نشر ہونے لگی۔ وہ اسے بد چلن کہتا تو بھیڑ میں چہ مگوئیاں تیز ہو جاتیں۔ وہ کہتا کہ وہ ہے ہی بے غیرت جانے کتنے عاشق ہیں اس کے۔ تو دور تک آواز جاتی۔ کچھ لوگ بنا کسی ثبوت مان بھی گئے۔ کچھ شک میں پڑ گئے۔ کچھ محض تماشائی رہے۔

امام صاحب نے اس کے چہرے پر تماچا رسید کیا اور دفعان ہونے کا اشارہ کیا۔ لوگ باسط کے حامی نظر آنے لگے تو امام صاحب نے نکاح کے گواہ طلب کرنے کی بات کی۔ نکاح نامہ مانگا۔ اور قاضی کے آنے کی شرط بھی رکھی۔ باسط گڑبڑا گیا۔ کچھ ہوتا تو وہ پیش کرتا۔ غصے میں وہ امام صاحب پر تہمت لگانے لگا۔

" تم بھی تو آئینور کے لیے نامحرم ہو امام صاحب۔ تو پھر وہ تمہارے گھر میں کیا کر رہی ہے۔ کیا ارادہ ہے تمہارا۔ کہیں تم اپنی بیٹی کی عمر کی لڑکی سے بیاہ رچانے کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔ سنو سب مجھے لگتا ہے یہ امام من کا میلا اور بول کا میٹھا ہے۔ یہ منافقت کر رہا ہے۔ یوں ایک جوان لڑکی اور وہ بھی نامحرم کو اپنے گھر رکھنا لاحولَ ولا قوت "

باسط کی بات پر چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ عمر بھر کی عزت لوگ ایک جھٹکے میں کھینچ لینے پر آ گئے۔

سنیے اس بچی کو رب نے ہماری امان میں دیا ہے۔ آج ہم لوگ اس میں چوک گئے تو عمر بھر کا سجدہ بھی اس کی تلافی ناں بن سکے گا۔ عزت ذلت رب کی عطا کردہ ہے۔ سب اس رب کے حوالے۔ اس بچی پر زیادتی نہیں ہونے دیں گے ہم "

امام صاحب کی زوجہ بلکتی آئینور کو سینے سے لگائی بولیں۔

امام صاحب ہاتھ پر ماتھا گرا گئے۔ آنکھیں بند کر کے کھولیں تو ایلمی چوکٹ پر کھڑا تھا۔ وہ جماعت والوں کے ساتھ سفر سے لوٹا تھا۔ امام صاحب کی آنکھیں کسی چمک سے مزین ہوئیں پھر ہر بات سے ناواقف ایلمی کو آئینور کے پہلو میں بیٹھا دیا گیا۔ انہیں شریکِ حیات بنایا گیا۔ قبول قبول کی صدا سنی سنائی گئی۔

وہ اس رشتے سے ناخوش لگتا تھا " میں امام صاحب سے محبت کرتا ہوں محترمہ اس لیے اب آپ میرے نکاح میں ہیں "

وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ کیا کہہ رہی تھی۔ " آئینور نام ہے میرا "

دن گزرتے رہے۔ آئینور محبت میں گرفتا ہونے لگی۔ پھر اسے ایلمی کی خامیاں خوبیاں لگنے لگیں۔ وہ اسے نظر بھر کر نہیں دیکھتا وہ اس کی سرسری نظر پر واری جاتی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

" کیا تمہیں ایلمی خوش رکھتا ہے آئینور۔ کیا تمہارا دل اب تندرستی پا گیا ہے۔ "

urdunovelsblog

میں پوچھتی ہوں خالہ غم کیا ہوتے ہیں۔ ہماری رضا کے برعکس کچھ ملے تو وہ ہماری زبان میں غم ہو جاتے ہیں۔ مجھے تو جو ملا رضا ملی یاں رضا کے برعکس سب بہترین ملا۔ ایلمی ذمہ دار آدمی ہے۔ ہاں وہ غصے کا تیز ہے مگر وہ میری تمام ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔ میرے پیروں کے زخم پر ایلمی نے اپنے ہاتھوں سے مرحم لگائے تھے۔ مگر میں ایک بات پر پریشان ہوں خالہ کل اس نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے ساتھ رکھ کر کہا "

" تم میں اور مجھ میں فرق اس سے شروع ہوتا ہے۔ مجھے سانولا پن نہیں پسند سو تم میری ناپسندیدہ ہوں۔ "

مجھے لگا ایک تماچہ ہے جو کھینچ کر مجھے مارا گیا ہے۔ مگر پھر میں نے سوچا خالہ وہ محض اس وجہ سے مجھے گھر سے تو نہیں نکالے گا۔ وہ کبھی کبھار اس بات کو دہرائے گا۔ میں دعا کروں گی میرا رنگ بھی صاف ہو جائے تا کہ ایملی کی پسند میں آئینور کا نام بھی شامل ہو جائے۔ "

خالہ اس کی بات سن کر دم بخود ہو گئیں۔ جن کو گھر مشکل سے ملیں پھر وہ اس کے چھن جانے کے خوف میں ہی جیتے ہیں۔ یہ خوف ان کے خلیوں میں رچ بس جاتا ہے۔ خالہ حیران ہیں کیا رنگوں کا فرق جان لیوا ہے۔ یاں پھر یہ رنگوں کا فرق نہیں ہے یہ من کی طہارت کا قصہ ہے۔ بہر حال ایلمی آئینور سے عاجز کیوں ہے۔؟ یہ لڑکی تو مجسمِ چاہت ہے آئینور وہ عورت ہے جو وفا باز ہے۔ فرمانبرداری کی مٹی سے بنی مجسم۔ جس میں محبت کی روح ہے۔

خالہ نے ایلمی کو گھر بلایا اور سامنے بٹھا کر کہنے لگیں۔

" ایلمی تم بہتر جانتے ہو دین کے بارے میں۔ میں تمہیں دین کا کیا نیا بتاؤں۔ مگر کچھ علم پھر سے دہرائے جائیں تو بہتر ہوتے ہیں۔ ایلمی کیا کبھی کسی حدیث میں آیا ہے کہ رنگوں کا فرق تذلیل کے لیے ہے؟ "

" نہیں "

" مگر تم تو سمجھتے ہو۔ پھر تم کیوں رنگوں کا فرق تذلیل کا سندیسہ سمجھتے ہو؟ "

ایلمی خالہ کے سوال پر نظر اٹھا کر دیکھ ناں سکا۔

" ایلمی حضرت بلال حبشی ہمارے دین کے چمکتے موذن ہیں۔ میں تم سے پوچھتی ہوں کیا تمہاری عمر بھر کی عبادتیں اور اذانیں اس صحابی کی ایک اذان کے برابر بھی آسکتی ہیں۔ "

" نہیں خالہ میں ایک گناہگار انسان ہوں۔ وہ تو بہت رتبے والے صحابی ہیں۔ میں عمر بھر بھی سجدہ کروں تو ان کے کسی اعمال کے برابر کا ہو سکتا ہی نہیں "

" ایلمی کیا تمہیں حضرت بلال حبشی کا رنگ یاد ہے "

"ہاں "

" پھر تمہارا دل کیسے کہہ سکتا ہے کہ سانولا رنگ تمہیں ناپسند ہے ایملی۔ آئینور تو بہت بعد کا قصہ ہے۔ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کے صحابی بھی ناپسند ہیں "

وہ خاموش رہا جواب ندارت رہا، سر جھکا رہا۔

" کیا میں تمہاری خاموشی اقرار کے مترادف سمجھوں ایلمی ؟ "

"خدارا خالہ ایساناں کہیں۔ میرا دل اپنے الفاظ سوچ کر ہی پھٹ رہا ہے۔ آپ کے سوال سن کر میں مر جانا چاہ رہا ہوں۔ میں نادم ہوں۔ میں محض اس شادی سے مطمعن نہیں ہوں خالہ باقی سب میں نے غصے میں کہا اور باخدا میں نے غلط بات کی۔ رنگوں کا موازنہ کم تر بر تر نہیں کرتا۔ میں نادم ہوں۔ میں معافی چاہتا ہوں "

" تمہیں آئینور سے تلافی کرنی ہے لڑکے۔ میں محض تمہیں سمجھانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ "

" میں اس لڑکی سے معذرت کر لوں گا خالہ "

" وہ لڑکی بیوی ہے تمہاری باولے۔ اور اس جیسی مجسمِ چاہت بیوی تم کہاں سے لاؤ گے۔ "

" میں اپنے کہے پر نادم ہوں مگر آپ پہلے بھی جانتی تھیں اور اب بھی جانتی ہیں۔ میں شادی کس سے کرنا چاہتا تھا اور ہوں "

تعجب سے پوچھا "تم دوسری شادی کرو گے ؟ "

نظر چھوڑا کر کہا " اگر آپ لوگ اپنا واسطہ دے کر یہ نکاح ناں کرواتے تو میں بس ایک بار بیاہا جاتا "

" آئینور، اس کا کیا "

" وہ میرے نام کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہے۔ میں اس سے یہ نہیں چھینوں گا "

" تم مردوں کو عطا کی قدر کیوں نہیں ہوتی۔ دوسری شادی کا جھٹ سے سوچ لیتے ہو۔ پہلی کو کونہ نشین کر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ تم لوگ عدل کرتے ہو اپنی بیویوں میں۔ من پسند بیوی ہمیشہ عدل سے آگے کا پاتی ہے اور جسے تم کونہ نشین کرتے ہو وہ اپنی حق کو بھی ترس جاتی ہے۔ "

" میں اسے طلاق نہیں دوں گا خالہ۔ اپنا نام نہیں لوں گا اس سے "

" نام کے سہارے جینے کو کیا وہ تمہاری بیوہ ہے۔ یہ نام کا احسان مت جتاؤ۔ مرنے والے کے نام پر بیوہ بن کر زندگی کی بہاریں کاٹنا مشکل ہے اور تم جیتی جاگتی کو خالہ کی آواز اونچی ہو گئی۔ دل چھیڑنے کو کافی ہے ایک بیٹی کا غم۔ چاہے وہ اپنی کوکھ سے ہو یاں کسی اور کی۔ " اپنے نام کا احسان تھما کر عظیم ہونا چاہتے ہو

اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور چل دیا۔ " میں فاطمہ سے شادی کا وعدہ کر چکا ہوں "

خالہ اس کی پیٹھ تکتی رہیں۔ کیا رب سے محبت کا دعوی کرنے والے ایلمی جیسے ہوتے ہیں۔ ناانصاف ایلمی جیسے۔ رب کا قافلہ چھوڑے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے یہ ایملی کا لہجہ بتاتا ہے۔ وہ اب میں اور میں کی گردان کرتا بداخلاق بھی ہو جاتا ہے۔ اب تہجد پر وہ سویا رہتا ہے۔ اٹھتا ہے تو کہتا ہے پتا ہی نہیں چلا خبر ہی نہیں ہوئی کیسے نیند میں رہا وہ۔

تہجد، فجر کیسے نکل گئیں علم ہی نہیں ہوا۔ وہ آئینور کو الزام دیتا ہے مگر وہ خود عبادتوں کو گننے لگا ہے۔ کم تر بر تر کا فلسفہ اس کے ہر بول میں عام ہوا ہے۔ وہ رب والوں کے قافلے سے نکل کر غرور والوں کی بھٹی میں جا گرا ہے۔ وہ اس پستی سے چلا چلا کر اپنے خاص ہونے کی بات کرتا ہے۔ اس کی دفلی سے ساز جاتا رہا اور نور اس کی موجودگی سے بے نشاں لگتا ہے۔ وہ کیا کر رہا ہے۔ ایک ضد کے پیچھے کیا چھوڑ رہا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

ایملی آئینور سے معذرت کر رہا تھا اور وہ اس کا چہرہ تک رہی تھی۔ اس نے کہا کہ معذرت تو کہنے لگی دل و جان سے قبول ہے۔ گھر بھر اس نے سنبھالا ہوا تھا۔ وہ کھانا بناتی تھی اور صفائی ستھرائی کرتی پھر گھڑیال دیکھتی تھی۔ ایلمی کی واپسی کا انتظار کرتی تھی۔ اول روز سے آج تک ہر اذان کے وقت وہ ایلمی کی آواز سنتی تھی۔ مگر اب یوں ہونے لگا تھا کہ ایلمی اذان نہیں دے رہا تھا آج کل۔ اسے لگا کچھ اور وجہ ہو گی۔

پھر ایلمی سفر پر روانہ ہوا تو آئینور امام صاحب کے گھر آئی وہاں اسے معلوم ہوا کہ وہ جماعت کے ساتھ تو نہیں گیا ہے۔ وہ پریشان ہو گئی۔ جاتے ہوئے وہ جماعت کے ساتھ جانے کا بتا کر گیا تھا۔

خالہ آئینور دونوں ماں بیٹی جیسی گل مل گئیں تھیں۔ وہ دن بھر ان کے پاس رکتی اور کہانیاں قصے کئی سُر چھیڑے جاتے مگر وہ ایلمی کو نا بھول پاتی۔ اسے گئے کئی روز ہو گئے تھے۔

کیا اسے اکیلی بیوی کا خیال نہیں آتا۔ وہ کیسے دن کاٹتی ہے کیسے رات گزرتی ہے۔ وہ ڈر بھی جاتی ہے اور آسمان کے سائے تلے چاند کو تکتے وہ کون سے ورد پڑھتی ہے ۔ وہ سوچتی کیا ایلمی کو خبر کرنا یاد نہیں رہا۔ یا وہ خبر کرنے کی چاہ نہیں رکھتا۔ اس مجسمِ چاہت کے آہستہ آہستہ بس مجسم رہ جانے کی خبر ملتی ہے۔

" وہ جان بوجھ کر گیا ہے۔ میرا ساتھ اسے پسند نہیں سو اس نے یہ راستہ چنا ہے۔ میں جانتی ہوں وہ ناخوش تھا "

وہ اکیلی بیٹھی بھی بولتی ہے۔ جانے کس سے ہم کلام ہے۔ اب تو غلط گمان بھی ڈیرہ جمانے لگے تھے۔ دل ایلمی کی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور دماغ ایلمی سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔

urdunovelsblog

میں ایسی کیوں ہوں، تنہا ہی تنہا۔ تونے اسے میرا ہمسفر بنایا تھا تو کیا تیرے بس میں اس کے دل کو بدلنا نہیں ہے۔ لوگ اب تو چہ مگوئیاں کرنے لگے ہیں میرے " اللہ۔ وہ کہتے ہیں میری بدکرداری کا علم ایلمی کو مجھ سے دور لے گیا ہے۔ لوگ مجھے بد کردار کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کیسی بیوی ہے جس کا شوہر اسے شادی کے ایک ماہ " بعد چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ میں ان سوالوں کی اذیت میں مبتلا ہوں رب۔ تو جانتا ہے میری پاکبازی کی حد کو۔ تیرے سوا کون جانتا ہے۔

وہ سجدوں میں ایلمی کی سکھی حیاتی مانگتی تھی۔ اب وہ لوگوں کی تہمتوں سے مرنے کو ہو رہی ہے۔

ایلمی کو گئے چار ماہ بیت گئے۔ وہ پھر سے خالہ کے پاس گئی ان سے پوچھا کہ امام صاحب نے ایلمی کا پتا کروایا ہے کیا پتا چلا۔

خالہ نظر چھوڑا کر جھوٹ کہتی بنیں۔ " بیٹا کچھ پتا نہیں چلا"

مجھے بتادیں خالہ مجھ سے بھاگ کر وہ کہاں گیا ہے۔ خدا گواہ میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گی۔ مجھے سچ بتائیں تا کہ مجھے یقین ہو جائے گا کہ واقعتاً ایلمی آئینور کو " اس نے بے چین ہاتھ باہم ملا لیے۔ " دھتکار چکا ہے

انہوں نے اس کے ہاتھ تھام لیے " تم ایسی بات کیوں کرتی ہوں بیٹا وہ جلد سبق سیکھ جائے گا کہ تم سا کوئی نہیں۔ تم ایک نعمت ہو جس کی وہ ناقدری کر رہا ہے" ۔

" وہ کہاں ہے؟ "

" وہ لاہور چلا گیا ہو گا "

"کیا وہ خوش ہے؟ "

" وہ فاطمہ سے نکاح کر چکا ہو گا "

اس کی آواز رندھ گئی۔ اور دل بھی ایلمی سے ناراض ہو گیا۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کون فاطمہ۔ اسے لگا اس کی محبت تمام ہو گئی۔ ریزہ ریزہ " یعنی وہ خوش ہے " بن کر بکھر گئی۔ کوئی ایلمی سا کم ظرف کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ اس سے بھاگ کر اپنی دنیا بسا کر خوش ہے۔ اس کی دنیا کا کیا حال ہے اس کے نین سرخ ہیں اور رخسار نمکین حلول سے بھیگے۔ اس کے ہاتھ کپکپا رہے ہیں اور ہونٹ لرز رہے ہیں۔ وہ بند ہونٹوں سے چیخ رہی ہے اور اس کی سماعت تمام آوازوں کے لیے خراب ہو گئی ہے۔

urdunovelsblog

وہ بے وفائی پر رات بھر روتی رہی۔ پھر آنسو سوکھ گئے۔ محلے کی چند عورتیں گن سن لینے آئیں تو اس نے کہی دیا ایلمی اسے چھوڑ کر نہیں گیا۔ غلط خبر ہے۔ جھوٹی افواہ ہے۔

اپنے گھر کا قصہ وہ مشتر کیسے کرتی اسے راز رکھنا تھا۔ وہ اب بھی " ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ سفر پر گیا ہے۔ میں بھی اس کے پاس جا رہی ہوں فکر کی بات کچھ نہیں " ایلمی کی بیوی تھی، اپنے شوہر کا راز رکھنا ضروری تھا۔

امام صاحب اس کی حالت پر نادم ہو رہے ہیں۔ وہ ایلمی کا گھر چھوڑ کر جا رہی ہے۔ ایلمی کے نام کے سوا ہر شے اسے بوجھ " تم یہ گھر کیوں چھوڑ رہی ہو آئینور " لگ رہی ہے۔ کہ اس کا دم گھٹتا ہے ان دیواروں میں۔

" میرا اب یہاں کیا ہے امام صاحب۔ میرے لوٹ جانے سے اس گھر کا مالک کم از کم اپنے گھر تو آ سکے گا۔ "

" بیٹا میرا اس سے رابطہ نہیں ہو رہا میں کوشش کر رہا ہوں۔ میں اس سے تمہارے لیے بات کر کے رہوں گا۔ وہ ایسی بد بختی کیسے کر سکتا ہے "

" مجھے جانا ہے امام صاحب۔ "

" کہاں جاؤ گی بچے "

" پالنے والے کی وسیع دنیا آئینور کا ٹھکانہ ہے۔ "
وہ اب ایسے انداز میں بولی کہ امام صاحب چپ ہو گئے

urdunovelsblog

وہ روکنا چاہتے تھے مگر وہ چلی گئی۔ اسے جانا چاہیے تھا نا قدری پر عمر بھر رونا نہیں چاہیے۔ ایک دم سب چھوڑ کر بے نیاز ہو کر چلے جانا چاہیے۔ مگر جانا آسان نہیں۔ یہ مرحلے آسان نہیں ہوتے۔ یہ پیر چھلنی کر دیتے ہیں اور ان پر روح خون رِستی ہے، دل آہ و پکار کرتا ہے۔ ایسی ہوائیں دم گھوٹتی ہیں۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا ہے۔ وہ انجان بننے کی تگ و دو کر رہی ہے۔ اس کی آنکھیں نمکین پانیوں کے ہچکولوں میں ڈوبی ہیں۔ وہ پلکیں جھپک کر آنسو روکنا چاہتی ہے۔ اب کیوں لوٹا ہے وہ۔ اب کیا بات ہوئی ہے۔ وہ جو اس کو پسند نہیں تھی وہ اس کے قدموں میں کیسے بیٹھا ہے۔ کیسے ایک سال گزارا آئینور نے اس کا چہرہ بتا رہا ہے۔ ہلکے بڑھ گئے ہیں اور چہرے میں زردیاں گھلی ہوئی ہیں۔ ایلمی پہلے سے کمزور ہو گیا ہے۔ وہ کالی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔ ایک ہاتھ آئینور کے ہاتھ پر ہے وہ ہاتھ نہیں کھینچ رہی۔ کھینچنا چاہیے مگر وہ کھینچ نہیں پا رہی۔ اس کا دھیان ایلمی کے آنسوؤں پر ہے۔ وہ زار و قطار رو رہا ہے۔

وہ ایک بات دہرا رہا ہے۔ " آئینور مجھے تمہاری بددعا لگ گئی "

اب کے اس نے چہرہ اس کی جانب موڑا اور کہا

لہجے میں درد تھا اذیت تھی اور گھٹی گھٹی آہیں تھیں۔ "تم نے آئینور کو غلط جانا ایلمی۔ آئینور ایلمی کو بدعا نہیں دے سکتی۔ وہ چاہے بھی تو نہیں۔ کبھی نہیں "

" میں تمہیں تلاشنے کو ہر راہ بھٹک کر آیا ہوں۔ جب تم تھیں تو میرے لیے تم کچھ نہیں تھیں۔ جب تم نہیں تھی پھر میرے لیے تمہارے سوا کچھ رہا ہی نہیں"
اس کا ایک ہاتھ ہی چادر سے باہر ہے۔ ایک گم ہے۔

" اب کچھ نہیں بچا ایلمی "

" میں نئی امید سے سب بچالوں گا "

" ایلمی میں نے تمہارے نام کی اذیت بہت شدت سے سہی ہے۔ تم نے مجھے بہت رولا ہے "

" میں سب قبول کرتا ہوں "

میں نے اتنے آنسو تب نہیں بہائے جب زندگی نے باپ کا سہارا چھینا۔ مجھے تو ان کا چہرہ بھی یاد نہیں ہے۔ میں ماں کے جانے پر اور در بدر ہونے، تہمتیں پہ در پہ لگنے پر اتنا دل شکستہ نہیں ہوئی۔ اتنا بے بس نہیں ہوئی ایلمی جتنا میں تب ہوئی جب میں نے جانا تمہاری نظر میں میری کیا اوقات ہے۔ میں نے تمہیں سائبان مانا۔ میں نے تمہیں چاہتوں کا مرکز بنایا۔ میں تمہارے لیے مجسم چاہت بنی تمہیں اس مجسم میں روح کی مانند کا رتبہ دیا۔ تمہیں دیوتائی پر چھائی بنایا۔ میں نے ہر عورت کی طرح شوہر کو کل جہاں بنایا۔ میں نے غلط کیا۔ ایسا غلط جو میں وقت میں لوٹ کر ٹھیک نہیں کر سکتی " ہاتھ آنکھوں پر رکھے رندھی آواز اور جھکا چہرہ،
وہ رونے لگی۔

" میں ایلمی وقار تم سے معافی مانگتا ہوں آئینور "

میرے زخم تمہارے لیے کوئی معافی نہیں رکھتے۔ تم کیا جانو ایلمی جب ایک لڑکی تنہا کر دی جائے۔ دھتکار دی جائے تو کیسا لگتا ہے۔ کیا ہوتا ہے۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ دیکھو میں جی رہی ہوں۔ ایک سال سے میں روئی بھی نہیں تھی آنسو آنکھ کے گوشے کے پاڑ نہیں کرنے دیے۔ تم جیسے مرد گرا اٹھ کر کہیں کہ " عورت کمزور ہے، تو مجھ جیسی عورت کو دیکھ کر چہرہ جھکا لینا۔ ہم تمہارے مقابل ڈٹ جائیں تو تم جان لو کہ تمہاری طاقت کتنی ہے۔

" آئینور میں اپنے حصے کا سہہ کر یہاں تک آیا ہوں۔ تمہارے زخم میرے زخم کہانی زخم در زخم۔ چلو آئینور لوٹ چلو "

ایلمی ابھی جاؤ، تنہا جاؤ۔ میں ابھی اپنے زخم معاف نہیں کرتی۔ کر سکتی ہی نہیں۔ مگر ہاں جب میں نے جانا کہ اب وقت مرہم لگانے میں ماہر ہوا تو تمہیں معافی " دے دوں گی۔ مگر ابھی۔ ابھی نہیں ایلمی۔ "

چہرہ موڑ کر وہ چلی گئی۔ وہ گھٹنے کے بل ڈھ گیا ہے۔ اس کے کندھے ڈھلک گئے ہیں۔ چادر کے اندر کا زخمی جسم چادر کی آڑھ میں رہا۔ وہ جان ناں سکی وہ بتاناں سکا ۔ بات ختم ہوئی۔

سال قبل

وہ چھوڑ کر آ گیا آئینور کو اکیلا اس گھر میں جو اس کا تھا۔ وہ فاطمہ کے پاس جا رہا ہے۔ اسے فاطمہ سے محبت ہے، اسے آئینور مجبوری لگتی ہے۔ وہ محبت چُن کے نکلا ہے ۔ کوئی شے نہیں وہ محض چند لباس لے کر نکلا ہے۔ اور چند لباس والوں کے ہاتھ میں محبت کوئی نہیں دیکھتا۔ فاطمہ کے گھر پہنچ کر وہ دنگ رہ گیا جب اس کے بیاہے جانے کا علم ہوا۔ اور بتانے والی بھی فاطمہ خود تھی۔

سوال گو ہوئی "تم کیا ہو ایلمی ؟۔ کتنا کماتے ہو ؟۔ کس شعبے سے تعلق ہے تمہارا۔ ؟ "

" میں وہی ہوں فاطمہ جس کے بارے تم نے کہا تھا کہ میری آواز تمہارے دل میں بسی ہے "

"وہ بچپنا تھا۔ "

" کیا کہنا چاہتی ہو فاطمہ کھل کر کہو "

سنو تم اور میں زندگی کیسے گزار سکتے ہیں۔ تم بس مسجد کے خادم ہو۔ تم صرف دفلی بجا کر، گلی گلی صدائیں لگا کر اپنے پیٹ کو پالتے ہو۔ تم کیا کسی اور کا خرچہ اٹھاؤ " گے۔ "

وہ ناجانے کیا کیا کہتی رہی ایلمی اس کی چھوکٹ سے لوٹ آیا۔ خالی ہاتھ۔ کوڑے دماغ کے ساتھ وہ قریبی مسجد کے دروازے تک پہنچا۔ تو وہیں دروازے تک رک گیا۔ اسے آواز سنائی دی۔

"تم سمجھتے رہے تم جیسا کوئی نہیں ہے۔ "

وہ کوئی فقیرنی تھی۔ تھیلہ کندھے ہر ڈالے بکھرے بال لیے اور میلے تن کے ساتھ۔ مگر بس تن میلا تھا بس تن۔

تمہاری عزت تمہاری عبادتوں کے بل پر ہیں۔ پھر تمہیں نئی محبت سمجھ آنے لگی تم نے اپنے اللہ کو مسجد میں چھوڑ دیا۔ تم نے قدم قدم اللہ سے دور جانے کو " " اٹھائے۔ تم نے ظلم کیا

اس کا دماغ کوڑا تھا۔ سمجھ ماؤف تھی۔ " تم کیا کہہ رہی ہو "

تم نے اپنی بیوی کو کم تر سمجھا۔ تم جانتے ہو تمہاری انگلیاں دفلی سے ساز نہیں نکالتی تھیں۔ وہ کسی کی دعائیں تھیں۔ تم نور نور بھر گئے۔ نوازے گئے۔ وہ کسی " چاہت والی کی دعائیں تھیں۔ کم عقل ہو تم۔ کبھی سوچا تم نے کہ تم نے کیسے چھوڑ دیا اپنے رب کو۔ کیا کھو کر کیا پانے نکلے ہو۔ رب نے تمہیں چاہتوں والی عطا کی۔ " تم باہر چاہتیں تلاشتے ہو۔ کیا کرتے ہو ایلمی۔

وہ بغیر پلک جھپکے اس فقیرنی کو دیکھتا رہا۔ وہ کتنا مغرور ہو گیا تھا۔ اس نے کتنا غلط راستہ چن لیا اپنے لیے۔ اسے لوٹنا چاہیے۔ واپس بنانے والے کی طرف۔

" مسجد سے اپنا رب نکال کر اپنے دل کو مسجد بناؤ۔ اپنا رب اپنی شہ رگ کے قریب محسوس کرو۔ "

وہ قدم واپسی کی راہ پر آیا۔ لوٹنے والون میں سے ہو لیا۔ مگر وہ تھم گیا لوٹتے ہوئے۔ ایک آگ کا جھونکا اس کو زخم زخم کر گیا۔ سال ہو گیا وہ آئینور کو ڈھونڈتا رہا اور وہ جلنے کے زخم اس کے جسم پر نشان چھوڑ گئے۔ ایک ہاتھ نشانوں سے بھرا ہے جلسھا ہوا ہے۔ آئینور اسے مل ہی نہیں رہی تھی۔ امام صاحب اور خالہ سے معافی مانگتا رہا تو وہ اپنے بچے پر ترس کھا گئے اور اسے دار الامان کا پتا بتا دیا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

آئینور اسے دیکھ رہی ہے جو روز کی طرح آج بھی اس کالی چادر میں آیا ہے۔ اب وہ چادر میلی لگنے لگی ہے۔ اس کے کپڑے بھی میلے ہو گئے ہیں۔ آئینور سوچنے لگی وہ کیا اپنا خیال نہیں رکھتا جو ایسی حالت میں پہنچ گیا ہے۔؟

کیسے مناتا ہے ایلمی " آئینور گھر کا جائے نماز تمہارے سجدوں سے محروم ہے۔ کوئی اب ایلمی کے لیے دعا گو نہیں ہے، سو ایلمی اپنی دعاؤں والی کو لینے آیا ہے۔ " ۔ کیا کوئی ایسے مناتا ہے۔

تھک کر پوچھا " ایلمی تم چاہتے کیا ہو"

" تمہارا ساتھ۔ چلتے ہیں، سنو نا اب لوٹ آؤ میں تھک گیا ہوں۔ مجھ سے بال بھی نہیں بنتے"

وہ جانتی ہی نہیں اب چادر میں چھپا سیدھا بازو ہمت نہیں رکھتا بال بنانے کی۔ " کیا تم بچے ہو "

" میں تمہارا سہارا چاہتا ہوں۔ ایلی اور ایلمی کا گھر آئینور آئینور پکارتے ہیں "

" تمہیں میں خوبصورت نہیں لگتی "

" میں نے آنکھوں سے ڈھول میں اٹی پٹی اتاری ہے۔ تم رب کی بہترین تخلیق ہو "

" میں علم والی نہیں ہوں ایسا تم نے کہا تھا "

" میری جہالت کب ختم ہوئی میرا ضمیر مجھ سے ہو چھتا ہے "

شکوہ کیا " تم مجھ سے محبت نہیں کرتے "

ترکیب بتائی" تم کروا سکتی "

اس نے انکار کیا " یہ میرے بس میں نہیں "

اس نے اس کی آنکھوں میں براہِ راست دیکھا " آئینور، "

میں نے اللہ سے اپنا تعلق خود خراب کیا تھا۔ میں سنبھل گیا لوٹ آیا اور ڈارھی تر کر کے اس کے سامنے جھک گیا۔ میں اس کی ہر شے پر راضی ہو گیا۔ اس نے میرا قلب سنوار دیا۔ میں نے جانا آئینور کی دعائیں ہیں جو ایلمی کا تعاقب کرتی تھیں۔ میں نے جانا کہ وہ معجزہ جس کا امام صاحب پوچھتے تھے وہ تم تھیں جس سے میرا روم روم نور ہوا جاتا تھا۔ میں نے خود وہ سب کھو دیا۔ رب سے معافی مانگ لی ہے۔ اب مجھے تمہاری معافی درکار ہے۔ "

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی

" تمہاری چادر گندی ہو گئی ہے۔ گھر چل کر میں پہلے اسے دھوؤں گی "

وہ اٹھ کر چلی گئی۔ وہ سر جھکا گیا پھر جب سمجھ آئی تو چاند تاروں سی چمک اس کی آنکھوں میں آسمائی۔

آئینور کو جب معلوم ہوا کہ چادر کے نیچے کا زخم کیا ہے تو وہ اس کا زخمی ہاتھ تھام کر روتی رہی اور پھونک مارتی رہی جیسے ابھی جلا ہے جیسے ابھی بھی جلنے کی جلن باقی ہے۔

urdunovelsblog

وہ اس کی فکر پر ہنسنے لگا۔ اس کا گھر پھر سے آباد ہوا اس کی ہنسی لوٹ آئی۔ اس کے ہنسنے پر آئینور خفا ہوئی۔ مگر اس کا ہاتھ دیکھ کر پھر اس کا چہرہ فکر آلود ہوا۔ ایلمی اور آئینور کی کہانی اس مجسمِ چاہت کے باب کے سنگ جاری رہی۔

وہ تہجد پر اٹھی ہے۔ اسے ایلمی نے اٹھایا ہے۔ اس کے ہاتھ اب دفلی نہیں بجاتے مگر وہ اب نعت پڑھتا ہوا تہجد کا سندیسہ دیتا ہے اور آئینور اس کی آواز کو اس کے سامنے سکون کا سر کہتی ہے۔ وہ اسے نور کہتا ہے اپنے دل اور گھر بھر کا نور۔

زینب زمان نے ایلمی اور آئینور کی چاہت پر قلم روک دیا

urdunovelsblog